© rasailojaraid.com

رسائل و مسائل

جواب "تنقید بر تعلیمات قرآن"

از

جناب مولانا حافظ محمد اسلم صاحب جیراج پوری

رسالہ ترجمان القرآن میں جو تنقید آپ نے شروع کی ہے اس کی دو قسطیں نظر سے گذریں۔ میں اس تنقید پر دو باتوں کا شکر گذار ہوں پہلی یہ کہ آپ نے جو کچھ لکھا ہے متانت اور سنجیدگی سے لکھا ہے جس کی ہمارے ملک کے رسالوں میں بہت کمی ہے۔ دوسری یہ کہ مزید تشریح و تبیین کا موقع باقی چھوڑتا ہے مگر اس کے ساتھ اس بات کی شکایت بھی ہے کہ میں نے تعلیمات قرآن لکھی ہے اس کے لئے نقد کی کسوٹی قرآن ہی کو بنانا چاہئے تھا۔ مگر آپنے عام مسلمانوں کے عقیدہ کو اس کے پرکھنے کا معیار مقرر کیا جس کے خلاف یہ کتاب ایک صدائے احتجاج ہے یہی وجہ ہے کہ آپ نے جس قدر اعتراضات کئے ہیں ان میں سے ایک بھی صحیح نہیں۔ میں مختصراً ان کے جوابات لکھتا ہوں۔

جن و انس سب سے پہلی گرفت میری کتاب پر آپ کی یہ ہے کہ جن و انس کے الفاظ قرآن میں جہاں جہاں ساتھ ساتھ آئے ہیں وہاں ان دونوں سے مراد انسانوں کے ہی طبقات ہو سکتے ہیں"۔ آخر میں آپ نے اس کو میری کمزوری پر محمول کیا اور کہا ہے کہ غالباً مولف نے ان لوگوں کی رعایت ملحوظ رکھی ہے جن کو جن نامی ایک آتشین مخلوق سے انکار ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ صفحہ ۳۰ میں جہاں سے جن کا بیان میں نے شروع کیا ہے پہلا فقرہ یہی لکھا ہے کہ "جن ایک آتشین مخلوق ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جن کو اللہ نے انسان سے پہلے آگ سے پیدا کیا" اگر میں جن کے منکروں سے مرعوب ہوتا تو سب سے پہلے آتشیں جن کے وجود کو کیوں تسلیم کر لیتا۔ حاشیہ میں میں نے بے شک یہ لکھا ہے۔

"جن کا لفظ قرآن میں صرف مکّی سورتوں میں آیا ہے مدنی سورتوں میں کہیں نہیں آیا اور کہیں لفظ بلا جن کے سارے قرآن میں کہیں مستعمل نہیں ہوا ہے۔ اس سے خیال ہو سکتا ہے کہ جنّ و انس کے الفاظ جہاں جہاں باہم ساتھ آئے ہیں وہاں جن کے معنی اس آتشین جن کے نہیں ہیں بلکہ انسانوں ہی کے ایک طبقہ کے ہیں۔"

یہ یاد رہے کہ یہ حاشیہ کی عبارت یعنی میری اپنی بات ہے جس سے آپ کو اتفاق نہ ہو تو فوراً قلم زد کر دیجئے کیونکہ میں نے آغاز کتاب میں ہی لکھ دیا ہے کہ حاشیہ میں میں نے جو کچھ لکھا ہے اس کو اتنی وقعت بھی نہیں دیتا کہ کوئی صاحب ان پر اعتراض کی زحمت گوارا کریں۔ یہ تو صرف طلبا قرآن کو غور و فکر کی رہنمائی ہے اور بس، وہ بھی اس لفظ کے ساتھ کہ خیال ہو سکتا ہے۔ یہ نہیں کہ حتمی یا قطعی طور پر کہتا ہوں۔ وجہ اس خیال ہو سکنے کی حسب ذیل ہے آتشیں جن میں سے ابلیس ہے جس کے بارے میں اللہ نے فرمایا ہے۔

إِنَّهُ يَرَاكُمْ هُوَ وَقَبِيلُهُ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ ۔ ۲۷ — وہ (ابلیس) اور اس کا قبیلہ تم کو وہاں سے دیکھتا ہے جہاں سے تم ان کو نہ دیکھتے ہو۔

منجملہ اس کے حضرت سلیمانؑ علیہ السلام کے پاس جو جن کاریگر، معمار اور غوطہ خور تھے وہ نظر آتے تھے۔ ان میں سے بعض اس قدر سرکش تھے کہ زنجیروں میں باندھ کر رکھے جاتے تھے۔ یہ انسانی صفات ہیں۔ یہ خیال کرنا نہایت بعید ہے کہ یہ وہی آتشیں جن تھے جو تانبے کی بڑی بڑی دیگیں محراب اور مورتیں وغیرہ بناتے تھے اور نہایت کامل شمشیرے اور بڑے ماہر معمار ہو گئے تھے۔ کیونکہ آتشیں جنوں کو ان امور سے کیا سروکار رہے۔ علاوہ بریں تاریخ اور خود توریت سے ہم کو ان مزدوروں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی پوری تفصیل معلوم ہوتی ہے کہ حضرت سلیمان نے مصر کے بادشاہ سے درخواست کر کے ان کو طلب کیا تھا اس لئے اگر میں نے طبایع کو اس مفہوم کی طرف توجہ دلائی ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ کوئی غلطی نہیں کی۔

آپ کی دلیل ہے کہ شیاطین حضرت سلیمان کے تابع تھے۔ اور شیطان جن ہے۔ اور جن آگ سے پیدا ہوا ہے۔ اس لئے شیاطین جو حضرت سلیمان کے تابع تھے آتشین جن تھے اس منطقی دلیل میں دوسرا مقدمہ یعنے شیطان جن ہے صحیح نہیں قرآن میں جو وارد ہے کہ کَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ (وہ جن میں سے تھا سو اپنے رب کے حکم سے سرکشی کر بیٹھا) یہ ابلیس کے متعلق ہے نہ کہ شیطان کے ابلیس بے شک شیطان ہے لیکن ہر شیطان ابلیس نہیں ہے اس لئے ہر شیطان جن بھی نہیں ہے قرآن میں ہے۔ شَیَاطِیْنُ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ ۔ نیز منافقوں کے سرغنوں کو بھی شیطان کہا گیا ہے وَ اِذَا خَلَوْا اِلٰی شَیَاطِیْنِهِمْ" کیا یہ دونوں بھی آتشین ہیں؟ -

مفہوم خلافت | یہ بھی میں نے حاشیہ میں لکھا ہے کہ آدم کے متعلق خلیفۃ اللہ ہونے کا خیال صحیح نہیں۔ بلکہ وہ اپنے سے پہلے ساکنان زمین کے جانشین تھے اس کی وجہ یہ ہے کہ آدم یا فرزندان آدم کی شان میں جہاں بھی قرآن میں یہ لفظ آیا ہے" خلیفہ فی الارض" یا خلافت فی الارض" آیا ہے آخر تک سارے قرآن میں کہیں" خلیفۃ اللہ" کا لفظ نہیں ہے۔ اس لئے آپ قرآن سے قطعاً آدم یا فرزند آدم کو خلیفۃ اللہ یا نائب حق ثابت نہیں کر سکتے۔ خیالی دلیلیں آپ نے دو لکھی ہیں۔

۱۔ اگرچہ حق تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے لیکن پردہ میں ہے اور پردہ میں رہنے والے کی نیابت پردے کے باہر رہنے والا کر سکتا ہے"۔

میں کہتا ہوں کہ قرآن میں اللہ کی شان میں آپ نے صرف الباطن ہی دیکھا" الظاہر" نہیں دیکھا۔

کسی شاعر نے خوب کہا ہے"

بے حجابی یہ کہ ہر اک شئے میں جلوہ آشکار
اس پہ پردہ یہ کہ صورت آشنا دیدہ ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یا اس کو معذور پردہ نشینوں پر قیاس کیا ہے؟ تعالی اللہ عن ذالک علواً کبیراً۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ یَكُنْ لَّهٗ شَرِیْكٌ فِی الْمُلْكِ وَلَمْ یَكُنْ لَّهٗ وَلِیٌّ مِّنَ الذُّلِّ ۱۷/۱۱۱

ساری تعریف اللہ کے لیے ہے جو نہ تو اولاد رکھتا ہے ملک میں کوئی اس کا شریک ہے اور نہ کمزوری کی وجہ سے کوئی اس کا مددگار ہے۔

۲۔ دوسری دلیل آپ کی یہ ہے کہ اس نیابت کے تخیل میں جو رفعتیں ہیں وہ پرانے ساکنین ارض کی جانشینی کے تخیل میں ہرگز نہیں"۔

اگر خیال کی رفعت اور شاعرانہ بلند پروازی مقصود ہے تو نیابت کے تخیل سے کہیں بلند تر منصور کا نعرہ ہے۔ مگر اس کو تو مولانا صاحبان نے دار پر چڑھا دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ قرآن میں رفعت تخیل نہیں بلکہ حقیقت دیکھی جاتی ہے۔ نائب حق بنا کر آپ نے آدم کا رتبہ تو بڑھا دیا مگر اس کبیر متعال کو جو ہر شے پر حاوی ہے پردہ نشین قرار دیکر جس کو نائب کی احتیاج ہو کس قدر اپنے درجہ سے گرا دیا۔

اصل میں آپ اگر بغدادیوں کی تاریخ کا تمام مطالعہ کریں گے تو آپ پر واضح ہو جائیگا کہ خلیفۃ اللہ اور ظل اللہ وغیرہ کے الفاظ وہ سانچے ہیں جن میں انھوں نے استبداد کے بت دینی روپ میں ڈھالے تھے

آدم کا گناہ

ساری دنیا یہی کہتی ہے کہ آدم نے شجر ممنوعہ کا پھل کھا لیا اور اس گناہ پر جنت سے نکالے گئے۔ قرآن میں بھی یہی ہے۔ چنانچہ ہبوط کے وقت اللہ نے آدم کے فرزندوں کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا۔

یٰبَنِیْۤ اٰدَمَ لَا یَفْتِنَنَّكُمُ الشَّیْطٰنُ كَمَاۤ اَخْرَجَ اَبَوَیْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ ۷/۲۷

اے آدم کے فرزندو! شیطان کہیں اسی طرح تمکو بھی نہ بہکائے جس طرح اس نے تمہارے والدین کو جنت سے نکلوا دیا۔

اس سے ظاہر ہے کہ شیطان کے ورغلانے سے شجر ممنوعہ جو آدم نے کھا لیا تھا اسی جرم پر جنت سے نکالے گئے۔ دوسری آیت میں مزید تصریح ہے۔

فَاَزَلَّهُمَا الشَّیْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا

پھر شیطان نے ان کو اس سے پھسلا دیا اور ان کو اس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کانا فیہ۔ وَقُلْنَا اھْبِطُوْا بَعْضُکُمْ لِبَعْضٍ (آرام سے) جس میں تھے نکلوا دیا۔ اور ہم نے کہا کہ اترو تم
عَدُوٌّ ۲/۳۶ ایک دوسرے کے دشمن۔

اب میں پوچھتا ہوں کہ کیا اس ارحم الرحمین سے یہ ممکن ہے کہ گناہ بھی معاف کر دے جیسا کہ آپ کا دعویٰ ہے اور پھر اسی جرم میں جنت سے نکال بھی دے؟ اس لئے میں نے جو لکھا ہے کہ "آدم کے گناہ کو اللہ نے معاف نہیں کیا ورنہ جنت سے نہ نکالتا" یہ نہ تفسیر بالرّائے ہے نہ اس کی بری مثال ہے جیسا کہ آپ کا گمان ہے بلکہ خالص تفسیر القرآن بالقرآن ہے۔

کیا وجہ ہے کہ جب حضرت داؤد مغفرت مانگتے ہیں فَاسْتَغْفَرَ رَبَّہٗ وَخَرَّ رَاکِعًا وَّاَنَابَ ۳۸/۲۴ تو اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ فَغَفَرْنَا لَہٗ ذٰلِکَ ۳۸/۲۵ مگر جب آدم و حوا مغفرت مانگتے ہیں۔ رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَکُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ۷/۲۳ تو جواب ملتا ہے۔ اِھْبِطُوْا بَعْضُکُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۷/۲۴ آپ کا یہ کہنا کہ اللہ نے آدم کی توبہ قبول فرمائی اور ان کو برگزیدہ کیا جس کو میں نے بھی لکھا ہے معافی کی دلیل نہیں۔ اگر توبہ و مغفرت اور عفو وغیرہ الفاظ میں جو قرآن میں استعمال ہوئے ہیں آپ فرق نہیں کریں گے تو اس کتاب کے بہت سے حقائق قطعاً سمجھ میں نہ آسکیں گے۔

مسئلہ غلامی ہر فرزند آدم زمین کا بادشاہ ہے۔ آدم کے متعلق ہے اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً ۲/۳۰ اور فرزندان آدم کے بارے میں ہے وَھُوَ الَّذِیْ جَعَلَکُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ ۶/۱۶۵ پھر ان کی شان میں ہے۔ وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْٓ اٰدَمَ ۱۷/۷۰ کیا فرزند آدم کو جو زمین کی بادشاہت بلکہ آپ کی تفسیر کے مطابق نائب حق ہونے کے لئے پیدا کیا گیا ہے غلام بنا لینا فطرت کے خلاف نہیں ہے؟ پھر جو چیز فطرت کے خلاف ہے یہ کیسے ممکن ہے کہ قرآن اس کو جاری رکھے آپ اس قدر تو تسلیم کرتے ہیں کہ۔

غلامی کی دو صورتیں اس وقت دنیا میں رائج تھیں۔ ایک یہ کہ بعض مالک کے باشندوں کو پکڑ کر ان کی خرید و فروخت کی جاتی تھی۔ دوسری یہ کہ جنگ میں جو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

> لوگ گرفتار ہوتے تھے ان کو غلام بنالیا جاتا تھا۔ ان دونوں شکلوں میں سے پہلی شکل کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قطعاً ممنوع قرار دیا اور فرمایا کہ جو شخص کسی آزاد کو پکڑ کر بیچے گا اس کے خلاف میں خود قیامت کے روز مدعی ہونگا۔ (بخاری کتاب البیوع) اور دوسری شکل کے متعلق اسلام کا قانون یہ قرار پایا کہ جو لوگ جنگ میں گرفتار ہوں ان کو یا تو احسان کے طور پر رہا کر دیا جائے یا فدیہ لیکر چھوڑ دیا جائے یا دشمن سے مسلمان قیدیوں کے ساتھ انکا مبادلہ کر لیا جائے لیکن اگر رہا کر دینا جنگی مصالح کے خلاف ہو اور فدیہ نہ وصول ہو سکے اور دشمن اسیران جنگ کا مبادلہ کرنے پر بھی راضی نہ ہو تو مسلمانوں کو حق ہے کہ انھیں غلام بنا کر رکھیں۔

یہ تو مسلم ہوا کہ کسی آزاد کو پکڑ کر غلام بنانا ایسا سنگین جرم ہے کہ اس کے مدعی قیامت کے دن خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہوں گے۔ اب رہا اسیران جنگ کا معاملہ۔ ان کے متعلق قرآن میں قطعی حکم ہے کہ فَاِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَاِمَّا فِدَاءً ۴۷ پھر یا تو احسان رکھکر انھیں چھوڑ دو یا فدیہ لیکر۔ فدیہ خواہ زر نقد یا سامان کی صورت میں ہو یا مبادلہ اسیران کی شکل میں مگر یہ قطعی حکم ہے کہ ان کو چھوڑ دو۔ بے شک اس وقت تک وہ اسیر رکھے جا سکتے ہیں جبتک کہ اسلامی مفاد کو ان کی رہائی سے خطرہ کا اندیشہ ہو لیکن ان کو غلام نہیں بنایا جا سکتا۔ قرآن نے خود حکومت کو یہ اختیار نہیں دیا کہ ان کو مملوک بنا کر بیچے یا سپاہیوں میں تقسیم کرے۔ بلکہ وہ سرکاری قیدی رہیں گے۔ اور عزت آبرو کے ساتھ رکھے جائیں گے۔ برخلاف اس کے آپ یہ فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کو حق ہے کہ وہ اسیران جنگ کو آپس میں بانٹ کر ملکیت بنالیں اور انکو استعمال کرنا شروع کریں یا بھیڑ بکریوں کی طرح دست بدست بیچنے لگیں اور قیامت تک جبتک کہ ان کے مالک انکو آزاد نہ کریں وہ نسلاً بعد نسلٍ اور بطناً بعد بطنٍ غلام اور ہر قسم کے انسانی حقوق سے محروم رکھے جائیں۔ نہ ایک پیسہ کے مالک ہوسکیں نہ ایک حبہ کے۔ اور خواہ مسلمان ہی کیوں نہ ہو جائیں۔ ان کو انسانیت کا کوئی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حق کبھی نہ مل سکے

کیا یہ قرآن کی تعلیم ہے؟ کیا اس کو قرآن کی آیت یا کسی لفظ یا کسی حرف سے آپ ثابت کر سکتے ہیں؟ پھر میرے اوپر اعتراض کیوں ہے میں نے قرآن کی تعلیمات لکھی ہیں۔ آپ کا استدلال یہ ہے کہ :-

صحابہ کے عہد میں بہت سے اسیران جنگ کو مالیک کی حیثیت سے رکھا گیا ہے۔ خود اہل بیت رسول کے گھروں میں جنگ کے پکڑے ہوئے غلام اور مفتوح ممالک سے آئی ہوئی لونڈیاں موجود تھیں۔

آپ کے نزدیک صحابہ اور اہلبیت رضی اللہ عنہم کا ہر فعل قرآنی تعلیم ہے مگر میرے نزدیک انکا وہی فعل دینی ہے جس کی سند قرآن سے مل سکے۔ ہاں اگر آپ تاریخی حدود میں آکر بحث کریں تو میں کافی اور شافی جواب دیسکتا ہوں کہ کن اسباب اور حالات کی وجہ سے صحابہ اور اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین مملوک بنانے پر مجبور ہوئے لیکن ان کے اس عمل کو جو ایک خاص ماحول میں تھا بلا کسی دلیل کے قرآنی تعلیم کہدینا جائز نہیں سمجھتا ۔ قرآن ہر مسلمان کے گھر میں ہے۔ دیکھئے اور پھر دیکھئے اگر کوئی دلیل اس خلاف فطرت غلامی کی مل سکے تو پیش کیجئے۔

میں نے لکھا تھا کہ عرب میں چونکہ غلامی رائج تھی اور لوگوں کے پاس مملوک موجود تھے قرآن نے انھیں کو غلامی میں رہنے دیا اور ان کی آزادی کے لئے بھی بہت سی راہیں نکالدیں۔ اور آیندہ کے لئے رستہ ہی بند کر دیا۔" اس پر آپ لکھتے ہیں۔

"ایسی مصلحت شناسی کو خدا کی طرف منسوب کرنا در اصل خدا کی طرف کمزوری کو منسوب کرنا ہے۔ جس خدا نے شراب کو حرام کر دیا اور اس معاملہ میں بندوں کی ذرا پروا نہ کی۔ جس نے زنا کو حرام کر دیا اور اس کی ذرا پروا نہ کی کہ عرب اور دوسرے ممالک میں اس کا کس قدر رواج تھا اس کو کون سا امر غلامی کی ہر صورت کو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قطعاً حرام کر دینے سے روک سکتا تھا۔"

لیکن آپ نے یہ خیال نہ کیا کہ شراب خواری۔ زنا یا قمار بازی وغیرہ شخصی اخلاقی جرائم ہیں جن کو فوراً روک ہی دینا چاہئے تھا۔ بخلاف اس کے ما ملک انکی معیشت میں داخل ہو چکے تھے۔ سینکڑوں گھرانے اور قبیلے ان کی کمائی پر گذارہ کرتے تھے ان کو فوراً آزادی کا حکم دینے سے بہت سے قبائل کی اقتصادی حالت خراب ہونے اور ان میں ابتری واقع ہو جانے کا اندیشہ تھا اس لئے اس کا انسداد بتدریج مناسب تھا اور یہی اس علیم وحکیم نے کیا۔

ملکیت زمین قرآن سے زمین پر شخصی ملکیت کا حق ثابت نہیں ہوتا۔ اس پر آپ کو اعتراض ہے تو کوئی آیت ثبوت میں نقل کرتے کسی عہد کی تاریخ سے یہ مسئلہ حل نہیں ہوتا کیونکہ تاریخ ایک خاص ماحول رکھتی ہے ممکن ہے کہ وہ ماحول اب نہ ہو۔ دراصل قرآن کریم کے متعلق ہمارے اور آپ کے زاویہ نگاہ میں فرق ہے ہم قرآن کو ایک مکمل کتاب سمجھتے ہیں جس میں انسان کے جملہ دینی اور دنیاوی مسائل کا حل ہے۔ جس طرح یہ عالم فطرت انسانی معیشت کے لئے ہر طرح مکمل ہے اسی طرح یہ کلام فطرت یعنے قرآن جملہ عقدہائے معاشرت کو کھول سکتا ہے۔ آج انسانی قومیں انسانی معاشرت کے مسئلہ کو حل کرنے کے لئے بیقرار ہیں اور ان میں قبضہ زمین کے مسئلہ کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ کیونکہ اس کی بدولت انسانی برادری میں نہایت غیر مساویانہ دولت کی تقسیم ہوئی ہے۔ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ قرآن میں اس کا حل نہیں ہے؟ آپ کا خیال یہ ہے کہ قرآن نے "وَالْأَرْضَ وَضَعَهَا لِلْأَنَامِ" کہکر صرف قدرت الٰہی کا اظہار کیا ہے مگر ہمارے نزدیک اس قدرت الٰہی کا شکر یہ ہے کہ ہم اس کے مطابق عمل کریں۔ اسی سورہ میں ہے " وَلَهُ الْجَوَارِ الْمُنْشَآتُ فِي الْبَحْرِ كَالْأَعْلَامِ" ۲۴/۵۵ یعنے اسی کے ہیں جہاز اونچے کھڑے ہوئے سمندر میں۔ کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ انگریزی اور جاپانی جہاز جو سمندر میں دیکھو آپ قدرت حق پر اس کی حمد و ثنا کریں یا خود بڑے بڑے جنگی جہاز تعمیر کرکے سمندر میں ڈالیں بہر صورت کلام الٰہی ایک فطری شئے ہے جس کے منافع محدود اور متعین نہیں ہوتے۔ اس لئے کسی آیت کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

متعلق آپ کا یہ کہنا کہ یہ صرف فلاں غرض کے لئے ہے صحیح نہیں ہو سکتا۔ اگر اس سے دوسرے فوائد حاصل کئے جا سکتے ہیں تو ضرور حاصل کئے جائیں گے۔ یہی حال فطری اشیاء کا ہے۔ باوا آدم پانی کے متعلق یہ تو ضرور جانتے تھے کہ نہانے اور پینے کی چیز ہے۔ مگر فرزندان آدم نے اسی پانی سے بڑی بڑی مشینیں۔ ریلیں اور جہاز چلانے شروع کئے۔ اور ابھی تک اس کا فائدہ محدود نہیں ہے اسی سے "ماء ثقیل" نکالا جا چکا ہے جو دنیا کا سب سے قیمتی زہر ہے۔ اور اسی سے پیٹرولیم بنانے کا نسخہ بھی تیار ہو چکا ہے بعینہ یہی حال قرآنی آیات کا ہے کہ ان کی تفہیم کو کسی ایک عہد کے ساتھ مخصوص کر دینا روا نہیں ہے۔ وہ ہر عہد میں ایک نیا عالم پیدا کر سکتی ہے۔

نظام عالم کی مدت عروج اور نزول امر کا جو مفہوم میں نے حاشیہ میں بیان کیا ہے اس کے متعلق مجھے خود تصریح کا دعویٰ نہیں ہے بلکہ میں نے صاف لکھ دیا ہے کہ "عروج و نزول امر سے بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے" اس سے مقصود صرف دعوت غور و فکر ہے اور کچھ نہیں۔ ہاں اس آیت کی تفسیر میں آپ نے جو روایت لکھی ہے کہ:۔

"وہ قیامت کا دن ہے جو کافر کے لئے پچاس ہزار سال ہوگا اور مومن کے لئے ایک فرض نماز کے برابر"۔

اس سے امید ہے کہ لوگ قرآن کے مطلب کو زیادہ واضح طور پر سمجھ سکیں گے بشرطیکہ پہلے ان کو یہ بتلایا جائے کہ حاضرین محشر کی نگاہوں میں کیا فرق ہوگا کہ ایک اس کو پچاس ہزار سال شمار کریگا اور دوسرا پانچ منٹ بحالیکہ کفر و ایمان کے احساس زمانی میں یہ فرق کبھی نہ تھا۔

اسلام اور ایمان ان دونوں میں خود قرآن نے تفریق کی ہے جیسا کہ بدویوں نے کہا کہ ہم مومن ہیں۔ کہہ دے کہ تم مومن نہیں ہو کیونکہ ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا ہے لیکن تم اپنے آپ کو مسلمان کہو" اس صحیح آیت پر جو اعتراض آپ نے کیا ہے وہ میرے اوپر نہیں ہے بلکہ قرآن پر ہے۔ آپ کا یہ کہنا کہ "وہ مسلم نہیں کہا جا سکتا جو مومن نہ ہو" نہ صرف بلا دلیل بلکہ اس آیت سے کھلی ہوئی بغاوت ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حقیقت یہ ہے کہ مسلم وہ ہے جو اسلام کے ظاہری اعمال بجالاتا ہے۔ چاہے دل میں کافر ہی کیوں نہ ہو۔ ایسا شخص قانون شریعت کی رو سے مسلمان شمار کیا جائیگا۔ اور اس کے ساتھ بشرطیکہ اس کی منافقت ثابت نہ ہو جائے مسلمانوں کا سا برتاؤ کیا جائیگا اور اسلامی حکومت میں اس کے حقوق مسلمانوں کے سے ہونگے اور مومن وہ مسلم ہے جس کے دل میں ایمان داخل ہو۔ ان دونوں میں عموم خصوص مطلق کی نسبت ہے یعنے ہر مومن مسلم ہے مگر ہر مسلم مومن نہیں ہے۔ یہی قرآن سے معلوم ہوتا ہے اور یہی علمار اسلام نے بھی لکھا ہے۔

مسئلۂ تقدیر قرآن کریم میں جن چیزوں کو ایمانیات میں شمار کیا ہے وہ صرف پانچ ہیں۔ اللہ۔ یوم آخر۔ ملائکہ۔ کتاب اور رسول۔

وَلٰکِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِکَۃِ وَالْکِتٰبِ وَالنَّبِیّٖنَ ۚ — اور لیکن نیکی اس کی ہے جو ایمان لایا اللہ پر اور یوم آخر پر اور ملائکہ پر اور کتاب پر اور نبیوں پر۔

انہی پانچوں کا انکار ضلالت بعیدہ ہے۔

وَمَنْ یَّکْفُرْ بِاللّٰہِ وَمَلٰٓئِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًاۢ بَعِیْدًا ۴ع۱۳ — جو کوئی انکار کریگا اللہ سے اور ملائکہ سے اور کتابوں سے اور رسولوں سے اور قیامت کے دن سے تو وہ دور کی گمراہی میں پڑا۔

سارے قرآن کو بار بار دیکھ جائیے تقدیر کا کہیں ایمانیات میں ذکر ہے؟ مزید توضیح کے لئے میں عرض کردینا ضروری سمجھتا ہوں کہ ایمان مجمل کے یہی پانچ اجزا ہیں لیکن ایمان مفصل میں قرآن کا ایک ایک مسئلہ داخل ہے یہاں تک کہ اس بھیڑیے کی برأت بھی جس پر حضرت یوسف کے قتل کی تہمت لگائی گئی تھی۔ اگر اس سے بھی کوئی انکار کریگا تو وہ قرآن کا منکر ہوگا۔ تقدیر بھی قرآنی تعلیم ہے جس طرح وہ قرآن میں بیان کی گئی ہے اس کا ماننا ضروری ہے مگر وہ ایمان مجمل کے اجزا میں سے نہیں ہے جس طرح بھیڑیے کی برأت۔ اصل میں تقدیر کا عقیدہ پہلی صدی ہجری میں جب جبر و قدر کی بحث چھڑی ہے ایمانیات میں داخل کیا گیا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اتباع علما و صلحا | قرآن کی رو سے ہر زمانہ میں علماء و صلحاء کا فریضہ یہی ہے کہ لوگوں کے سامنے واضح کریں خود ان کی باتیں کسی زمانہ میں بھی واجب الاتباع نہیں ہیں۔ اور یہ امر قرآن کی ان آیات سے واضح ہے جو میں نے نقل کی ہے۔ آپ نے ان کے اتباع کی دو دلیل دی ہے پہلی دلیل یہ آیت ہے "فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔

لیکن اس میں اہل الذکر سے مراد اہل کتاب ہیں۔ چنانچہ دوسری آیت میں تصریح ہے۔

فَاِنْ كُنْتَ فِىْ شَكٍّ مِّمَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ فَاسْئَلِ الَّذِيْنَ يَقْرَءُوْنَ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكَ ۹۴/۱۰ سو اگر تجھے شک ہو اس میں جو ہم نے تیری طرف آتارا ہے تو تو ان لوگوں سے پوچھ لے جو تجھ سے پہلے سے کتاب پڑھتے ہیں۔

دراصل علماء اہل کتاب سے وحی کی تصدیق مطلوب ہے نہ کہ اُن کے اتباع کی تعلیم۔ دوسری دلیل آپ کی یہ آیت ہے۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ ۹۰/۶ وہی لوگ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت دی ہے اور تو انہی کی ہدایت کے پیچھے چل۔

مگر اس سے پہلے ہے۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ۸۹/۶ یہ وہی لوگ ہیں جن کو ہم نے کتاب قوت فیصلہ اور نبوت عطا کی ہے۔

اس لئے "فبھدٰھم" میں ہُم کا مرجع حضرات انبیاء ہیں جن کی پیروی اور اقتدا کا حکم سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا ہے۔ یہاں علما و صلحاء ہرگز مراد نہیں ہیں۔

بزرگان دین اور ائمہ و علماء سلف کا حق صرف یہی ہے کہ ان کے حالات اور علوم سے تاریخی اور علمی فائدے حاصل کریں۔ ان کی پیروی کسی زمانہ میں بھی واجب نہیں ہے۔ اور ان کے کسی قول کو بلا کسی قرآنی سند کے اصل دین سمجھ لینا قطعی شرک ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

علم غیب رسل قرآن میں دو باتوں کی تصریح کی گئی ہے ایک یہ کہ انبیا کے سوا کسی کو علم غیب نہیں دیا جاتا۔ دوسری یہ کہ انبیار کو جو علم غیب دیا جاتا ہے وہ بندوں تک پہونچانے کے لئے دیا جاتا ہے۔

بظاہر یہ دونوں باتیں مسلمانوں کے عام عقیدہ کے مطابق نہیں کیونکہ بالعموم لوگوں کا یہ خیال ہے کہ بزرگان دین اور اولیار کرام کو بھی کشف اور کرامت سے غیب کی بعض باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ رہے انبیار کرام سو وہ تو بقول آپ کے وائسرائے ہیں، ان کو راز درون پردہ سے زیادہ آگاہ ہونا ہی چاہیئے۔ اس صورت میں محل بحث غیب کا لفظ ہے اور اس کی سوائے اس کے اور کوئی تاویل نہیں ہو سکتی جو میں نے اختیار کی ہے یعنی اس سے مراد امور تشریعی لئے جائیں۔ جو انبیا کے اوپر بذریعہ وحی یعنی ملائکہ القار کئے جاتے ہیں تاکہ وہ بندوں میں ان کی تبلیغ کریں۔ یہ غیب صرف انہیں کے ساتھ مخصوص ہے اور اس کی غرض تبلیغ ہے۔ اس تاویل سے دونوں آیتیں اپنی اپنی جگہ برحق رہتی ہیں۔ اور عام عقیدہ کو بھی صدمہ نہیں پہونچتا۔

استوار علی العرش بے شک قرآن کے دوسرے مترجموں کی طرح میں نے بھی اس لفظ کا ترجمہ کہیں بیٹھنا کھڑا ہونا اور کہیں براجنا۔ مگر ص ۶۲ میں تصریح کر دی ہے کہ "عرش الٰہی سے مراد کوئی مقر حکومت یا مرکز نہیں ہے بلکہ خود حکومت اور عالم خلق پر تسلط رکھنے اور اس کے انتظام کو استوٰی علی العرش سے تعبیر کیا گیا ہے"۔ اس تصریح کے بعد آپکا اعتراض صرف لفظی رہ جاتا ہے۔ اگر استوار کے ترجمے کے لئے اردو میں کوئی لفظ اچھا مل سکے تو مجھے اس کے اختیار کرنے میں مطلق تامل نہ ہوگا۔

متفرقات میں آپ نے میرے اوپر تجدد کا الزام لگانے کی کوشش کی ہے۔ مگر اس کے ساتھ قدامت پرستی کے فضائل و برکات پر قرآن کی کچھ آیات درج نہ فرمائیں۔ دراصل مسلم کا شیوہ نہ تجدد پرستی ہے نہ قدامت پرستی بلکہ حق پرستی ہے جو ہر زمان و مکان سے بالاتر ہے۔

آپ نے یہ تو صحیح لکھا ہے کہ قرآن کے لئے انسانی علوم کے سہاروں کی سرے سے کوئی ضرورت ہی نہیں لیکن اس سے تو آپ انکار نہیں کر سکتے کہ انسانی علوم کو قرآن کے سہارے کی ضرورت ہے پھر ہم حسب ماحول

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں ہیں ۔ اس میں اگر اپنے علوم میں قرآن سے مدد لیں تو کونسا گناہ ہے قرآن میں ہے ۔

وَلَقَدْ جِئْنٰهُمْ بِكِتٰبٍ فَصَّلْنٰهُ عَلٰی عِلْمٍ ۔ اور ہم ان کے پاس ایسی کتاب لائے ہیں جس کی تفصیل ہم نے علم کے ساتھ کی ہے ۔

قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۔ ہم نے آیات کی تفصیل ان لوگوں کے لئے کی ہے جو علم رکھتے ہیں

قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّفْقَهُوْنَ ۔ ہم نے آیات کی تفصیل ان لوگوں کیلئے کی ہے جو سمجھ رکھتے ہیں ۔

قرآن کی اصطلاح میں یہ علماء و فقہاء وہ اولوالالباب ہیں جو حقائق فطرت اور مَلَكُوْتُ السَّمٰاءِ وَالْاَرْضِ میں غور و فکر کرتے ہیں ۔ چونکہ علوم فطرت ہمیشہ آگے بڑھنے والے ہیں اس لئے فہم قرآن کو بھی کسی ماحول مخصوص کے ساتھ مقید کر دینا مناسب نہیں ۔ یہ کتاب ہر زمانے سے بالاتر ہے اور ہر علمی تقدم کا ساتھ دے سکتی ہے ۔

فضل فونٹن پن

سینیر ۸۶ء جونیئر ۱۱

نیا اسٹاک آچکا ہے

خوبصورت اور پائیدار قیمت واجبی خریدنے میں عجلت کیجئے ۔

سامان اسٹیشنری و کاغذ وغیرہ خط و کتابت سے طلب فرمائیے ۔

فدا علی محمد علی جنرل اسٹیشنری مرچنٹ پتھر گٹھی فون نمبر ۷۶۵

© rasailojaraid.com